OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

قوت القلوب از ابو طالب مکی کے محاسن

The Merits of "Qut al-Qulub" by Abu Talib Makki (RA)

Muhammad Naveed
PhD Scholar, Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJK.
Visiting Lecturer, Islamic Studies, University of Engineering & Technology Taxila
Email: muhammad.naveed@uettaxila.edu.pk

Dr. Kamran Mashood
Admin Officer, Head Office TMAP Lahore.
Email: kamranmashood25@gmail.com

Received on: 09-04-2024 Accepted on: 14-05-2024

Abstract

This article presents an introduction to Hazrat Abu Talib al-Makki and his work Qut al-Qulub (The Nourishment of Hearts), Hazrat Abu Talib al-Makki presents Islamic sciences, along with their fundamental and derived principles, in such a comprehensive manner that this book can serve as a substitute for foundational texts in these disciplines. However, no other work can replace Qut al-Qulub itself. For instance, while it can be considered a substitute for elementary texts on the principles of Hadith, no book on the principles of Hadith can serve as a substitute for Qut al-Qulub. This uniqueness underscores its distinctive quality.Some books have attempted to adopt a similar approach, but they ultimately derive their strength from Qut al-Qulub. Hazrat Abu Talib al-Makki's scholarly depth is evident in his comprehensive coverage of various disciplines, including Tafsir, Usul al-Tafsir, Hadith, Usul al-Hadith, Fiqh, Usul al-Fiqh, and the sciences of timekeeping and astronomy. His expertise as a reciter, preacher, eloquent speaker, and scholar is reflected throughout Qut al-Qulub. The book discusses the fundamentals of many sciences, showcasing al-Makki's broad knowledge and making it an unparalleled contribution to Islamic literature.

Keyword: Islamic sciences, Sufi teachings, Tafsir, Hadith, Fiqh, comprehensive methodology, unique contribution.

ابو طالب مکی کا تعارف

آپ کا نام محمد بن علی بن عطیہ حارثی اور کنیت ابو طالب ہے، شیخ ابو طالب مکی کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ عراق کے جبل نامی علاقے میں پیدا ہوئے۔آپ کی تاریخ پیدائش کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ ! ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ تیسری صدی ہجری کے آخر یا چوتھی صدی ہجری کی ابتدا میں پیدا ہوئے۔[1]

تعلیم و ہجرت

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی نو عمری ہی میں عراق سے مکہ مکرمہ آکر آباد ہوئے تھے اور تعلیم حاصل کی،

مگر کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ آپ کے آبائی وطن کو خیر آباد کہنے کے اسباب کیا تھے اور آپ نے ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آپ نے کس دور میں مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ بہر حال سب کچھ بھی ہو آپ نے عجمی ہونے کے باوجود دین اسلام کے مرکز ام القری مکہ مکرمہ کی زبان اور بود و باش کو پسند کیا اور ابتدائی زندگی کی بہت سی قیمتی بہاریں حرم مقدس کی پر کیف فضا میں علم کے موتی چننے میں گزار دیں۔

اسفار

جس طرح کتب آپ کی مکہ مکرمہ میں آمد کے متعلق خاموش ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کب تک حرم پاک کی فضاؤں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ البتہ ! ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۳۴۶ھ سے قبل مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر بغداد معلی پہنچ چکے تھے۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ سماع کے جواز کے قائل تھے جبکہ بغداد شریف کے شیخ الحدیث سیّدُنا عبد الصمد بن علی اس کے برعکس موقف رکھتے تھے۔ چنانچہ، جب ایک مرتبہ شیخ عبد الصمد بن علی نے آپ کو سماع کے جواز کا قائل ہونے کی وجہ سے سخت انداز میں روکنے کی کوشش فرمائی تو آپ برا مانے بغیر یہ شعر پڑھا:

فَيَا لَيْلٍ كَمْ فِيْكَ مِنْ مُّتْعَةٍ وَيَا صُبْحِ لَيْتَكَ لَمْ تَقْتَرِب

یعنی اے شب تجھ میں کس قدر مزے ہیں اور اے صبح ! کاش ! تو قریب بھی نہ آتی۔

اسے سن کر شیخ عبد الصمد بن علی ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ اس واقعے کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ چونکہ آپ کا انتقال ۳۴۶ھ میں ہوا، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ عبد الصمد بن علی کے وِصال الی الحق سے پہلے حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی مکہ سے ہجرت کر کے بغداد میں آباد ہو چکے تھے۔[2]

شیوخ

حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی کے شیوخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شیوخ میں فقیہ بھی تھے، محدث بھی اور صوفی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ قوت القلوب میں آپ کے ان تمام شیوخ کی تھوڑی بہت جھلک ضرور نظر آتی ہے۔ آپ کے شیوخ میں بلند پایہ مقام رکھنے والے چند شیوخ یہ ہیں۔

(1) عبد اللہ بن جعفر بن فارس 346ھ: حضرت سیّدُنا ابن فارس (متوفی ۳۴۶ھ) اصفہان کے محدث تھے اور حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی نے ان سے روایتِ حدیث کی اجازت بھی حاصل کی۔[3]

(2) ابو بکر آجُری 360ھ: حضرت سیّدُنا ابو بکر آجُری (متوفی ۳۶۰ھ) بغداد سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں آباد تھے اور ابو طالب مکی کی ان سے ملاقات مکہ مکرمہ ہی میں ہوئی۔ چنانچہ ان کی مکہ مکرمہ میں آمد کے متعلق لکھتے ہوئے ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں یہ مکہ مکرمہ میں ہمارے پاس ۳۳۰ھ میں تشریف لائے۔ حضرت سیّدُنا ابو بکر آجری کا شمار حدیث کے قابل اعتماد راویوں اور حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ اور اعلام للزِرکلی میں آپ کا ذکر فقیہؒ شافعیؒ محدّثؒ کے القابات سے ملتا ہے۔

(3)ابو زید مرُوَزِی: حضرت سیّدُ ناابو زید مرُوَزِی (متوفی ۳۷۱ھ) کا شمار جید شافعی فقہائے کرام میں ہوتا ہے، آپ کو صحیح بخاری کی روایت کا شرف حاصل تھا چنانچہ حضرت سیّدُ نا شیخ ابو طالب مکی نے آپ سے بخاری شریف کے بعض حصوں کو روایت کرنے کی اجازت حاصل کی۔

(4)حضرت سیّدُ ناابو بکر بن خلاد نصیبی: حضرت سیّدُ ناابو بکر بن خلاد نصیبی (متوفی ۳۵۹ھ) بھی ایک ثقہ محدث تھے جن سے امام دار قطنی اور امام ابو نعیم وغیرہ نے بھی احادیث روایت کی ہیں۔[4]

(5)علی بن احمد المصیصی: 36ھ: ان کے بارے میں مشہور ہے کہ روایت حدیث میں تسامحات کے مرتکب تھے۔

(6) ابو بکر محمد بن احمد بن المفید: 378ھ ان کو بعض رواۃ نے متہم بالکذب میں شمار کیا

تلامذہ:

آپ کے بعض تلامذہ میں ابو القاسم بن سرات، عبد العزیز الازجی، اور محمد بن المظفر الخیاط مشہور ہیں۔[5]

شیخ ابو طالب مکی کی علمی و دینی خدمات

حضرت سیّدُ نا شیخ ابو طالب مکی کو ان کے علم کے تناظر میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہترین قاری، خطیب، شیریں بیاں واعظ ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ واصول فقہ اور علم توقیت وہیئت وغیرہ ایسے علوم کے جاننے والے بھی تھے۔ کیونکہ بہت سے علوم کے مبادیات کے متعلق آپ رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے کسی نہ کسی حد تک قوت القلوب میں کلام فرمایا ہے۔ چنانچہ قوت القلوب کے مطالعہ سے آپ کی شخصیت پر پڑے ہوئے حجاب خود بخود کھلتے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی اس نایاب کتاب میں کن علوم کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ ان علوم میں کس قدر ممارست ومہارت رکھتے تھے، کیونکہ علم خواہ کیسا بھی ہو اگر اسے جاننے والا اس علم کے اصول و فروع کے ساتھ ساتھ اس کے برمحل استعمال سے بھی واقف ہو اور موقع محل کے مطابق استدلال کا ملکہ رکھتا ہو تو اسے بجا طور پر اس علم کا بخوبی جاننے والا کہا جا سکتا ہے۔

شیخ ابو طالب مکی اہل سنت وجماعت کے عظیم بزرگانِ دین میں سے ہیں اور آپ بدمذہبوں کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ آپ کے اہل سنت وجماعت کے مذہب پر ہونے اور بدمذہبوں کو پسند نہ کرنے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کے دور میں چونکہ باطل فرقے سیاسی طور پر کافی مضبوط ہو چکے تھے اگرچہ عباسی خلفا تو اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھتے تھے مگر چند امرا و سلاطین بدمذہب تھے۔ چنانچہ آپ نے بدمذہبیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور زبان و قلم سے ہمیشہ عقائدِ اہل سنت کی ترجمانی کی۔ حضرت سیّدُ نا شیخ ابو طالب مکی عارف باللہ تھے، اور آپ کو قرآنِ کریم سے حد درجہ محبت تھی، نیز آپ علومِ قرآن سے بھی خوب آگاہ تھے جس کی بے شمار مثالیں قوت القلوب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

شیخ ابو طالب مکی کی قرآنِ کریم سے محبت

حضرت سیّدُ نا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه کا فرمان ہے: تم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ صرف قرآنِ کریم کے متعلق ہی کسی سے سوال کیا کرے، اگر وہ قرآنِ کریم سے محبت کرے گا تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی محبت کرنے والا ہو گا اور اگر قرآنِ کریم سے محبت نہ ہو گی تو

اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی محبت نہ ہو گی۔

حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی نے حضرت سیّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ فرمان ذکر کرنے کے بعد جو کلام کیا ہے وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کلام سے کس قدر محبت تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت سیّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا ہے کیونکہ جب آپ کسی بات کرنے والے کو محبوب جانیں گے تو یقیناً اس کے کلام کو بھی پسند فرمائیں گے اور اگر اسے ناپسند کرتے ہوں گے تو یقیناً اس کی باتوں کو بھی ناپسند کریں گے۔ لہٰذا مخلوق میں جو سب سے زیادہ کلامِ باری تعالیٰ کے معانی جانتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کی صفات کے معانی کا عارف ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اوصاف، اخلاق اور احکام کا مفہوم جاننے والا ہوتا ہے۔[6]

جو سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہے اور جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے اور سب سے زیادہ قریب وہی ہوتا ہے جسے وہ اپنے کرم سے ترجیح دے کر خاص کر لیتا ہے۔ بالخصوص قوت القلوب کی 16 سے لے کر 19 تک کی فصلوں میں تلاوت اور آدابِ تلاوت وغیرہ کے متعلق اسلاف کے طریقہ ہائے کار مذکور ہیں۔ اور سترہویں فصل میں شیخ ابو طالب مکی نے قرآنِ کریم کے غریب (یعنی انوکھے، مشکل اور عجیب) الفاظ کی جو تفسیر بیان کی ہے، وہ آپ کے علم کا منہ بولتا ثبوت ہے، اس فصل میں خالص علمی بحث کی گئی ہے جو عوام کی عقل سے بالاتر ہے اور صرف اہلِ علم ہی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔[7]

مستند کتب میں آپ کا ذکرِ خیر:

امام یافعی عمرۃ الجِنَان نے آپ کو شَیْخُ الْاِسْلَام قُدْوَۃُ الْاَوْلِیاءِ الْکِرَام یعنی اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے سردار و پیشوا کے لقب سے یاد کیا ہے۔[8] اور اَعْلَام لِلزِّرْکلی میں آپ کو واعظ، زاھد، فقیہ کے القابات سے یاد کیا گیا ہے۔[9] ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابي بكر بن خِلِّکَان (متوفی ۶۸۱ھ) وفیات الاعیان میں فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار ان صالحین میں ہوتا ہے جو بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔[10] امام احمد رضا خان جب بھی آپ کا ذکرِ خیر فرماتے تو اِمَامِ اَجَلّ، شَیْخُ الْعُلَمَآءِ وَالْعُرَفَآءِ اور سَیِّدِی وغیرہ جیسے القابات سے یاد فرماتے[11]۔ حضرت سیّدُنا امام یافعی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی نے ابتدائی دور میں راہِ سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے کس قدر جانفشانی سے مجاہدے و ریاضت سے کام لیا۔ اس کی ایک جھلک قوت القلوب کے ابتدائی چند ابواب سے سمجھی جا سکتی ہے جن میں حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی دن اور رات کے اوقات کو نہ صرف مختلف ذکر و اذکار کے لیے تقسیم فرمایا ہے بلکہ بے شمار اوراد و وظائف مع فضائل ذکر کیے ہیں حجۃ الاسلام حضرت سیّدُنا امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں تقریباً جس قدر اوراد و وظائف وغیرہ ذکر کیے ہیں ان کا ماخذ قوت القلوب ہی ہے۔ امام محمد غزالی نے بھی تصوُّف میں قُوْتُ الْقُلُوب سے خوب اِستِفادہ فرمایا ہے۔[12]

امام احمد رضا خان نے فتاویٰ رضویہ میں کئی مقامات پر ابو طالب مکی کے اقتباسات بطورِ دلیل نقل کیے ہیں چنانچہ امام احمد رضا ابو طالب مکی کا نام فتاویٰ رضویہ میں متفرق مقامات پر کچھ یوں ذکر کرتے ہیں۔

اِمَامِ اَجَلّ عَارِفْ بِاللہ سَیِّدِی اَبُوطَالِب مَکّی قُدِّسَ سِرُّہُ الملکِی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب، جلیل القدر، عظیم الفخر، قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعثِ ضعف و جرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اسنے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اُس کے شاگرد کم ہُوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔[13]

اِمَامِ اَجَلّ شَیْخُ الْعُلَمَآءِ وَالْعُرَفَآءِ سَیِّدِی اَبُوطَالِب مُحَمَّد بِنْ عَلِی مَکّی کتاب جَلِیلُ الْقَدر، عَظِیْمُ الْفَخر، قُوْتُ الْقُلُوب فِی مُعَامَلَۃِ الْمَحْبُوب میں فرماتے ہیں الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعھا ومراسیلھا لاتعارض ولاترد، کذلک کان السلف یفعلون۔ فضائل اعمال و تفضیلِ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں، مقطوع ہوں خواہ مرسل۔ نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ اُنہیں رَدّ کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔[14] قال ومن کتاب القوت (السَیِّدِی ابی طالب المکی) قال بعض السلف کم من رجل بارض خراسان اقرب الی ھذا البیت ممن یطوف بہ ملتقطاً۔ کتاب القوت (ابو طالب مکی) بعض اسلاف سے ہیں فرماتے ہیں کہ بہت سے خراسان میں رہائش پذیر (لوگ) اس بیت اللہ کے ان لوگوں سے زیادہ قریب ہیں جو اس کا طواف کر رہے ہیں، بعض نے فرمایا: بندہ اپنے شہر میں ہو اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے گھر سے متعلق ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیت اللہ میں ہو اور دل کسی اور شہر کے ساتھ وابستہ ہوا۔[15]

تصانیف:

آپ نے تصوف اور توحید پر کتب تحریر فرمائیں، آپ کی مشہور تصنیف "قوت القلوب" ہے جس کے متعلق کشف الظنون میں ہے کہ طریقت کی باریکیوں میں اسلام میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور نہ ہی حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی سے پہلے کسی نے تصوف کی ان باریکیوں کو احاطۂ تحریر میں لانے کی جرأت کی تھی۔[16] ایک اور کتاب مناسک حج کے نام سے ہے جس کا ذکر امام ذہبی نے مسند میں کیا ہے۔[17] ایک کتاب علم القوت کے نام سے ان کی طرف منسوب ہے ڈاکٹر عبد الحمید مدکور کے مطابق یہ کتاب ان کی نہیں ہے۔[18]

وصال:

بوقتِ وفات کسی نے حضرت سیّدُنا ابو طالب مکی کی خدمت سراپا عظمت میں عرض کیا: حضور مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا: اگر میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے تو میرے جنازے پر بادام و شکر لٹانا۔ عرض کیا مجھے کیسے پتا چلے گا؟ فرمایا: میرے پاس بیٹھے رہو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو ۔ اگر میں نے تمہارا ہاتھ قوت کے ساتھ دبالیا تو سمجھ لینا میرا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ چنانچہ، ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جب وقتِ رخصت قریب آیا تو آپ نے اس کا ہاتھ زور سے دبالیا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، جب جنازہ مبارکہ اٹھایا گیا تو اس پر شکر اور بادام لٹائے گئے۔[19]

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا یومِ عرس ٦ جمادی الآخرہ ٣٨٦ھ ہے۔ بغدادِ معلی میں مقبرہ مالکیہ میں آپ کا مزار فائض الانوار زیارت گاہِ خواص وعام ہے۔

ظاہری اور باطنی آداب پر تصوف کی پہلی مبسوط کتاب

صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے ہادی عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے براہِ راست تربیت حاصل کی اور اپنی وفاشعاری واخلاص کی بدولت بارگاہِ ربوبیت سے یہ مژدۂ جانفزا پایا.

(رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ)۔ [20] ترجمہ : اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جب دنیا سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے فیض پانے والی ان بابرکت ہستیوں کی برکتوں سے محروم ہونے لگی اور لوگ مال و دولت کی فراوانی اور آسائشوں کی کثرت کی بنا پر مختلف دینی امور کی بجاآوری میں سستی کا شکار نظر آنے لگے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین کی حفاظت و خدمت پر مامور وارثانِ علومِ نبوت یعنی صلحا و علمائے اُمت نے زندگی کے ہر ہر پہلو (خواہ اس کا تعلق ظاہر سے تھا یا باطن سے) کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف علوم مدوّن فرمائے۔ انہی علوم میں ایک علمِ تصوف بھی ہے جس کا تعلق باطنی طہارت سے ہے اور اسے علمِ معرفت بھی کہتے ہیں۔

قوت القلوب کا شمار تصوف کی ابتدائی اور بنیادی کتب میں ہوتا ہے مگر یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس موضوع پر پہلی کتاب ہے، چوتھی صدی ہجری میں اگرچہ علم تصوف پر دو کتابیں لکھی گئی یعنی:

1. اللمع
2. قوت القلوب

دونوں علما و مشائخ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے ہاں مقبول ہوئیں مگر قوت القلوب نے فقید المثال مقبولیت حاصل کی جس کے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ اکثر اہل علم نے اس سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اس کے اسلوب کو بھی اپنایا ہے۔ اس کتاب میں موجود نایاب و نادر اسلامی علوم و فنون مع اصول و فروع، اس کے مصنف اور کتاب کے محاسن کو جاننا اہل علم کے لیے بہت ضروری ہے تاکہ اس کتاب کی علمی فوقیت سے اہل علم کو آگاہی حاصل ہو۔

قوت القلوب کا مقصد تصنیف

قوت القلوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی یہ کتاب بدعقیدہ لوگوں کے ردّ میں لکھی۔ کیونکہ آپ کے دور میں جہاں تناسخ و حلول وغیرہ کے عقائد عباسی وزیر مُعِزُّ الدَّولَہ کی سرپرستی میں بغداد میں پھلنا پھولنا شروع ہوئے تو دوسری طرف بعض لوگ عقل سے ماورا قصے کہانیاں سنا سنا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ لہٰذا آپ نے اپنی ساری زندگی بدعتوں کو جڑ سے اکھاڑنے میں صرف کر دی اور ہر لمحہ مسلمانوں کے دین میں بگاڑ پیدا کرنے والوں کا ردّ فرمایا۔ قوت القلوب میں ایک مقام پر فرماتے ہیں: جمعہ کے دن جب کوئی شخص علم کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کا نماز پڑھتے رہنا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دین میں غور و فکر کرنا قصہ گوئی کی محفل میں شریک ہونے اور قصے کہانیاں سننے سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ کیونکہ علمائے کرام کے نزدیک قصہ گوئی ایک بدعت ہے اور وہ قصہ گو افراد کو جامع مسجد سے نکال باہر

کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت سیّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک دن مسجد میں اپنی مخصوص نشست کے پاس آئے تو وہاں ایک قصہ گو کو قصے سناتے ہوئے پایا، لہٰذا اس سے ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جا، لیکن اس نے کہا: ''میں نہیں اٹھوں گا، میں اس جگہ بیٹھ چکا ہوں۔'' یا پھر اس نے یہ کہا کہ میں آپ سے پہلے بیٹھ چکا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے سپاہی بلا کر اسے اس جگہ سے اٹھا دیا۔[21] پس اگر قصہ گوئی سنت ہوتی تو حضرت سیّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس قصہ گو کو کبھی اس جگہ پر بیٹھنے کے بعد اٹھانا جائز نہ سمجھتے حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی نمازِ جمعہ کے لیے جلد جانے کے متعلق اسلاف کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ بعض بزرگ تو نمازِ جمعہ کے لئے شبِ جمعہ جامع مسجد میں بسر کیا کرتے اور کچھ تو ایسے بھی تھے جو ہفتے کی رات بھی جامع مسجد ہی میں بسر کیا کرتے تاکہ جمعہ کی مزید برکتیں بھی نصیب ہوں۔ اکثر اسلاف جمعہ کے دن نمازِ فجر جامع مسجد میں ادا کرتے اور پھر وہیں بیٹھ کر نمازِ جمعہ کا انتظار کرتے رہتے تاکہ جلدی آنے کے سبب پہلی ساعت پانے کا اجر و ثواب حاصل کر سکیں اور اس لئے بھی کہ قرآنِ کریم ختم کر سکیں۔ جبکہ عوام الناس اپنے محلے کی مساجد میں نمازِ فجر ادا کرتے اور پھر جامع مساجد کا رخ کرتے۔ اس دور میں جن بدعات کا ظہور ہوا وہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بدعت۔ سب سے پہلی بدعت اسلام میں یہ پیدا ہوئی کہ جامع مسجد میں جلدی جانا چھوڑ دیا گیا۔[22]

دوسری بدعت۔ آج کل لوگوں کا ایک دوسرے سے ملاقات کے وَقْت یہ پوچھنا بھی بِدعَت ہے: کَیْفَ اَصْبَحْتَ وَکَیْفَ اَمْسَیْتَ؟ یعنی آپ نے صُبْح کیسے کی؟ اور آپ کی شام کیسی رہی؟ کیونکہ بُزُرگانِ دین جب ایک دوسرے سے ملتے تو (سب سے پہلے) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ کہتے تھے۔

تیسری بدعَت۔ لوگوں میں ایک بِدْعَت یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ جب کسی کو خط لکھتے ہیں تو پہلے اس شخص کا نام لکھتے ہیں جس کی جانِب خط لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ سنّت یہ ہے کہ پہلے اپنا نام لکھا جائے یعنی یہ لکھا جائے کہ یہ خط فلاں کی طرف سے فلاں کی جانِب ہے۔

چوتھی بدعت۔ (آج کل جب) کوئی شخص اپنے کسی دوست کے گھر جاتا ہے تو اس کے خِدْمَت گاروں سے کہتا ہے: اے خادم! اے کنیز!'' (یعنی بلا اِجازَت گھر میں داخِل ہو کر خادمین سے باتیں کرنے لگتا ہے) حالانکہ ایسا کرنا اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے حکم کے منافی ہے

پانچویں بدعت۔ یہ بھی بدعت ہے کہ بندہ کسی ایسے خاص مسئلہ میں اپنے مسلمان بھائی کی حالت کے بارے میں خوب چھان بین کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔

چھٹی بدعت۔ بندے کا اپنے بھائی سے راستے میں جاتے ہوئے یہ پوچھنا کہ کہاں جا رہے ہو؟ یا کہاں سے آ رہے ہو؟ بھی بِدْعَت ہے۔ سَلَف صالحین اس طریقہ کو ناپسند کرتے اور یہ طریقہ نہ صِرف خِلافِ سنّت اور خِلافِ اَدَب ہے بلکہ تجسس میں شُمار ہوتا ہے، کیونکہ تجسس مراد ہے جگہ کا سراغ لگانا اور تجسس کا مطلب ہے خبریں معلوم کرنا۔ یہ سوال چونکہ دونوں چیزوں کے مُتَعَلِّق ہوتا ہے اور بعض اوقات بندہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا بھائی یہ جانے کہ وہ کہاں جا رہا ہے یا کہاں سے آ رہا ہے۔

پس عقائد واعمال و معاملات اور اخلاقیات میں بہت سی خرافات و بدعات پیدا ہو چکیں تھیں جن کے رد میں یہ کتاب لکھی گئی۔

قوت القلوب کی اہمیت

قوت القلوب کی اہمیت وافادیت سے اہل علم خوب آگاہ ہیں آٹھویں صدی ہجری کے ایک عظیم مؤرخ اور بزرگ صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خانقاہِ سریا قوس کے شیخ المشائخ حضرت سیّدُنا شیخ مجد الدین اقصرائی رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس قوت القلوب کا ایک نسخہ دیکھا، اس کی مثل کوئی کتاب میں نے آج تک نہ دیکھی تھی، کاش! اگر میرے لیے اس کو خرید نا ممکن ہوتا تو میں تین ہزار درہم کے بدلے بھی اسے خرید لیتا مگر وہ کتاب اس خانقاہ کے نام پر وقف تھی۔[23]

قوت القلوب کے مخطوطات کی تفصیل

ڈاکٹر محمود بن ابراہیم بن محمد الرضوانی نے اپنے مقالہ میں درج ذیل مخطوطات پر اعتماد کیا[24]

نسخہ دار الکتب المصریہ برقم: 1543 تصوف

نسخہ اخری من دار الکتب المصریہ برقم: 1544

نسخہ مکتبہ فیض اللہ بترکیا برقم: 1249

نسخہ مکتبہ جار اللہ بترکیا برقم: 1076

نسخہ مکتبہ ولی الدین بترکیا برقم: 1757

مطبوعہ المیمنیہ لقوت القلوب وھی الطبعۃ الاولی للکتاب والسنۃ۔ 131ھ

قوت القلوب پر تحقیقی کام

ابو طالب مکی و منهجه الصوفی، دکتور عبد الحمید عبد المنعم مدکور، کلیہ دار العلوم، جامعۃ القاہرہ 1392ھ۔

قوت القلوب فی معاملة المحبوب ووصف طريق المريد الى مقام التوحيد، محمود بن ابراہیم بن محمد الرضوانی، دار العلوم جامعہ قاہرہ 1422ھ

تزکیہ نفس: قوت القلوب کی تعلیمات کا اختصاصی مطالعہ، ماجدہ طفیل، محمد نعیم حافظ، مقالہ ایم فل، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

قوت القلوب کی شروعات

1) تبسیط کتاب قوت القلوب فی معاملة المحبوب (مولف ابو عبد اللہ الطریبن عبد اللہ)[25]

2) لباب القوت من خزائن الملكوت (محمود بن علی بن محمد القاشانی)

قوت القلوب کے تراجم

1۔ قوت القلوب: جلد اول، دوم، سوم، مجلس المدینۃ العلمیہ۔ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

2۔ قوت القلوب (حصہ اول و دوم) (مولانا صدر عالم) ناشر مولانا جمیل اختر اشرفی۔ اسپر یچول کمپیوٹرس دہلی

3۔ قوت القلوب فارسی: مترجم افتخار مھدی۔ ناشر آیت اشراق۔ خانہ کتاب و ادبیات ایران

4۔ قوت القلوب دو جلدیں: مترجم: محمد منظور الوجیدی۔ ناشر: شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشر

قوت القلوب کے ابواب و فصول کے مضامین و مفاہیم

قوت القلوب کے 48 فصلوں میں بیان کردہ بے شمار مختلف قسم کے مضامین ہی اس کی انفرادیت کے لیے کافی ہیں اگرچہ ان مضامین پر بعد کے اکثر بزرگانِ دین نے بھی کلام فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت سیّدُنا امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی احیاء علوم الدین ہو یا شیخ شہاب الدین سہر وردی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه (متوفی ۵۳۹ھ) کی عوارف المعارف، ہر ایک میں قوت القلوب کا رنگ نظر آتا ہے۔ قوت القلوب کے مضامین و مفاہیم پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

- حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی نے سب سے پہلے راہِ طریقت پر چلنے والوں کی رہنمائی کے لیے ابتدائی آٹھ فصلوں (جو کہ 34 صفحات پر مشتمل ہے) میں قرآن و حدیث سے مستنبط متفرق اوراد و وظائف ذکر کیے ہیں جن پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت سیّدُنا امام غزالی نے بھی انہیں تقریباً بعینہ احیاء علوم الدین میں نقل فرمایا ہے۔
- اس کے بعد نویں فصل (2 صفحات) میں ایک سالک کو فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دن کا آغاز نمازِ فجر سے کرے اور پھر دسویں فصل (7 صفحات) میں آپ نے اوقات کی پہچان کے حوالے سے علم توقیت کے جو موتی نقل فرمائے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ ایک ماہر توقیت داں ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ہیئت داں بھی تھے۔
- اس کے بعد آپ نے 15 ویں فصل تک (31 صفحات) دن رات میں پڑھے جانے والے مختلف نوافل اور دیگر سرانجام دی جانے والی عبادات کا تذکرہ فرمایا اور 16 ویں سے لے کر 19 ویں فصل (28 صفحات) تک صرف قرآن اور آدابِ قرآن سے متعلق سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔
- اگر کوئی حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی کے قرآن فہمی سے متعلق علم کو جاننا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ قوت القلوب کی 17 ویں فصل کا ضرور مطالعہ کرے۔
- 20 ویں فصل (2 صفحات) میں 15 راتوں میں جاگ کر رب کی عبادت کرنے کے بارے میں ہے۔
- 21 ویں فصل (16 صفحات) میں جمعہ اور اس کے آداب اور 22 ویں فصل (5 صفحات) میں روزہ اور اس کے آداب وغیرہ درج ہیں۔
- 23 ویں فصل سے 30 ویں فصل (86 صفحات) تک سالکینِ راہِ طریقت کی رہنمائی کے لیے نفس، محاسبۂ نفس، مراقبہ، مشاہدہ اور مقاماتِ یقین و علاماتِ اہلِ یقین کے متعلق انتہائی مفید معلومات بیان کی گئی ہیں۔

- 31ویں فصل (78 صفحات) سے ایک عام انسان کو علم اور علمائے حق کی نہ صرف پہچان ہوتی ہے بلکہ اس پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ علم باطن علم ظاہر سے کیوں افضل ہے۔
- 32ویں فصل (266 صفحات) تصوف کی جان ہے، اس فصل میں آپ نے بالتفصیل مقاماتِ یقین مثلاً توبہ، صبر، شکر، رجا، خوف، زہد، توکل، رضا اور محبت کے متعلق کلام کیا ہے۔
- 33ویں فصل (63 صفحات) میں ارکانِ اسلام اور ان کے آداب واحکام ہیں۔ اس کے بعد 34 سے 37ویں فصل (55 صفحات) تک آپ نے علم کلام کی دقیق ابحاث کو آسان پیرائے میں بیان کیا ہے تاکہ راہِ طریقت پر چلنے والے راہِ حق پر ثابت قدم رہیں اور اہل سنت وجماعت پر کاربند رہتے ہوئے کبھی بھی بد مذہبوں کے ہتھے نہ چڑھیں۔
- ۔38ویں فصل (10 صفحات) میں نیت اور اس کے ثمرات کا تذکرہ ہے۔
- 39ویں اور 40ویں فصل (43 صفحات) میں کھانا کھانے کے آداب، 41
- ویں فصل (19 صفحات) میں فقر کے فضائل وفرائض وغیرہ،
- 42ویں فصل (07 صفحات) میں سفر اور مسافر کے احکام، 43ویں فصل (09 صفحات) میں امامت اور اس کے احکام،
- 44ویں فصل (35 صفحات) میں اخوت وبھائی چارے کے احکام
- 45ویں فصل (31 صفحات) میں نکاح وغیرہ کے احکام
- 46ویں فصل (04 صفحات) میں حمام میں جانے کے احکام
- 47ویں فصل (36 صفحات) میں تجارت اور تاجر کے احکام
- 48ویں فصل (17 صفحات) میں حلال وحرام وغیرہ کے احکام کا بیان ہے۔[26]

قوت القلوب کی خصوصیات

حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی کی کتاب قوت القلوب کی خصوصیات میں سے ایک یہ خاص بات یہ ہے کہ آپ سے پہلے اس اسلوبِ بیان کو کسی نے اختیار نہیں کیا، اس میں آپ نے جہاں علم تصوف کے بند دروازوں کو کھولا ہے وہیں درست معانی اور خوبصورت الفاظ بھی اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم مع اصول وفروع اس طرح ذکر کیے ہیں کہ بلاشبہ یہ کتاب اُس علم وفن کی کسی بھی کتاب کا بدل قرار دی جاسکتی ہے مگر اس علم کی کوئی بھی کتاب قوت القلوب کا بدل نہیں بن سکتی مثلاً قوت القلوب کو علم تصوف کے ساتھ ساتھ بلاشبہ اصولِ حدیث[27] کسی بھی ابتدائی وبنیادی کتاب کا بدل قرار دیا جاسکتا ہے مگر اصولِ حدیث کی کوئی بھی کتاب قوت القلوب کا بدل نہیں بن سکتی اور یہی اس کتاب کی انفرادیت ہے۔ اگرچہ بعض کتب میں یہی اسلوب اپنانے کی کوشش کی گئی ہے مگر ان سب کی اصل قوت القلوب ہی ہے۔ آپ نے اپنی اس نایاب کتاب میں کن علوم کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ ان علوم میں کس قدر ممارست ومہارت رکھتے تھے، کیونکہ علم خواہ

کیسا بھی ہوا گراسے جاننے والا اس علم کے اصول و فروع کے ساتھ ساتھ اس کے بر محل استعمال سے بھی واقف ہو اور موقع محل کے مطابق استدلال کا ملکہ رکھتا ہو تو اسے بجا طور پر اس علم کا بخوبی جاننے والا کہا جا سکتا ہے۔

قوت القلوب کے ماخذ

قوت القلوب چونکہ راہِ طریقت پر چلنے کی خواہش رکھنے والے ان نوواردوں کی رہنمائی کے لیے لکھی ہے جو اس راہِ پر خطر کی دشواریوں سے تو انجان ہیں مگر منزلِ مقصود پانے کی آرزو اور تڑپ رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ انتہائی سہل اسلوبِ بیان اپنانے کی کوشش فرمائی تاکہ ہر خاص و عام اس کتاب مستطاب سے استفادہ کر سکے۔ چنانچہ آپ اپنے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لیے سب سے پہلے بطورِ دلیل قرآنِ کریم کی آیاتِ بینات پیش کرتے ہیں، اس کے بعد احادیثِ مبارکہ، پھر سلف صالحین کے اقوال اور طریقے بیان کرتے ہیں۔ یہ اسلوب اگرچہ ہر کوئی اپناتا ہے مگر ان آیاتِ بینات و احادیثِ مبارکہ اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں شیخ ابو طالب مکی سالکینِ راہِ ہدایت کے لیے قرآن و سنت اور اقوال سلف سے استدلال کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید سے استدلال

آیاتِ بینات سے آپ کا اندازِ استدلال بڑا ہی مدبرانہ و محققانہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے قوت القلوب کی پہلی دو فصلوں میں سوائے آیاتِ بینات کے کچھ کلام ذکر نہیں کیا۔[28] مگر ان فصلوں کے عنوانات سے ظاہر ہے کہ آپ کیا استدلال فرما رہے ہیں ان فصلوں میں آپ نے صرف آیاتِ بینات سے بندے اور اس کے ربّ کے تعلق کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مجاہدہ و ریاضت کے احکام بھی بیان کر دیئے ہیں۔ بطورِ مثال۔

1۔ تلاوت کا حق ادا کرنے والوں کے متعلق آپ کا قول ہے۔ تلاوت کا حق صرف ایمان والے ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّجب بندۂ مومن کو حقیقتِ ایمان کی دولت سے نوازتا ہے تو اسے اس کی مثل ایسے معانی و مفاہیم بھی عطا فرماتا ہے جن کا سرچشمہ حقیقتِ مشاہدہ ہے۔ اس طرح بندے کی تلاوت تو مشاہدہ سے ہوتی ہے مگر اس کے ایمان میں زیادتی تلاوت کے معانی و مفاہیم سمجھنے سے ہوتی ہے اور یہی حقیقتِ ایمان کا معیار ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے۔

وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا[29]

ترجمہ: اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ-[30]

ترجمہ: یہی سچے مسلمان ہیں۔

پس بندۂ مومن کو اس وقت حضوری کا شرف ملتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرانے والوں میں اس کا شمار ہونے لگتا ہے، خاص طور پر ایمان کی زیادتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی بشارتیں دینا اس کے حصے میں آتا ہے۔ چنانچہ، قرآنِ کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضوری و انذار کا

تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ[31]

ترجمہ: پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔اور ایمان کی زیادتی اور استبشار (یعنی خوش ہونے) کا تذکرہ ان آیاتِ بینات میں کیا:

فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ[32]

ترجمہ: ان کے ایمان کو اسنے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

2۔ذات باری تعالی کے بارے میں قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں

اللہ پاک کی ذات جلالت و عظمت شان والی ہے۔وہ اپنی ذات کے اعتبار سے منفرد اور اپنے اوصاف کے اعتبار سے یکتا ہے۔اس کی ذات امتزاج (کسی شے میں ملنے اور ازدواج (کسی شے کے ملنے) سے پاک ہے۔وہ اپنی تمام مخلوق سے جدا ہے۔وہ اجسام میں خلول کرتا ہے نہ اعراض اس میں خلول کیے ہیں۔اس کی ذات میں اس کا غیر شریک ہے نہ اس کے غیر میں اس کی ذات شریک ہے۔ مخلوق مخلوق ہی ہے (خالق نہیں اور ذات باری تعالی خالق ہے وہ مخلوق نہیں)۔چنانچہ اس کا فرمان ہے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ[33]

تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

3۔صفات باری تعالی کے متعلق عقیدے کو قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں

اللہ پاک اسمائے حسنیٰ، صفات اور قدرت و عظمت والا، صاحب کلام و مشیت اور انوار کا مالک ہے۔یہ سب غیر مخلوق اور غیر حادث ہیں، یہی نہیں بلک اللہ پاک ہمیشہ سے اپنے جمیع اسمائے حسنیٰ، صفات و کلام اور انوار وارادے کے ساتھ قائم و موجود ہے۔وہ ملک و ملکوت اور عزت و جبروت کا مالک ہے۔پیدا کرنا، حکم دینا اور سلطان و غلبہ کا حق اسی کو زیبا ہے۔وہ اپنی مخلوق و سلطنت میں جو چاہتا ہے اور جیسا چاہتا ہے حکم نافذ کرتا ہے۔اس کے حکم کے بعد کوئی حکم ہے نہ اس کی مشیت کے بعد کسی کی کوئی مشیت۔اگر وہ کسی شے کے ہونے کا ارادہ کرے تو وہ ہوتی ہے بلکہ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔بندہ اس کی رحمت کے بغیر معصیت سے بچنے کی طاقت پاتا ہے نہ اس کی محبت کے بغیر اس کی طاعت و عبادت کی قوت پاتا ہے۔ان تمام باتوں میں وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کسی شے (کے بنانے) میں کوئی مددگار۔کوئی اس پر اثبات وعید کو لازم نہیں کر سکتا اور نہ ہی عفو و مہربانی میں اسے اس کی مشیت کا پابند بنا سکتا ہے۔ہم پر جاری احکام اس پر لازم نہیں، اس کے کاموں کے ذریعہ اس کا امتحان لیا جا سکتا ہے نہ اس کے اقوال کے ذریعے اس کی جانب اشارہ کیا جا سکتا ہے۔وہ اپنی حکمت کے ساتھ حکیم اور اپنے غزل کے ساتھ عادل ہے اور یہ دونوں اس کی ایسی صفات ہیں کہ اس کی حکمت کو مخلوق کی حکمت کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے نہ اس کے غزل کو ہندوں کے عزل پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔اس نے جو احکام بندوں پر لازم کیے ہیں وہ اس پر لازم نہیں۔اس کا کوئی نام ایسا نہیں جو

بندوں کے ناموں کی طرح مذموم ہو۔ وہ عقول کی حدود سے بالا تر ہے اور افہام واوہام اور عقول کی پہنچ سے بلند تر ہے وہ ویسا ہے جیسے اس نے خود اپنے اوصاف بیان کیے ہیں اور مخلوق نے جو اس کی مدح سرائی کی ہے وہ اس سے بھی بالا واعلیٰ ہے۔ ہم اس کے وہی اوصاف بیان کرتے ہیں جو روایات اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہیں۔اس جیسا کوئی نہیں، وہ تو ہر شے میں اپنے اسمائے حسنیٰ اور اپنی صفات کاملہ کے اعتبار سے بھی بے مثل ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ تو تمثیل وادوات کی نفی کے اعتبار سے بھی ہر شے میں بے مثل ہے۔ وہ اپنی صفات کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ موجود رہے گا،اس کی یہ صفات کبھی اس سے جدا نہ ہوں گی، بلکہ اس کی یہ صفات اس کی ذات کے ساتھ ہی قائم رہیں گی اور اسی طرح ہمیشہ رہیں گی۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔[34]

مذکورہ صفات باری تعالی اس توحید کا ظاہر ہیں جس کا تعلق فرض شہادت سے ہے، جہاں عقل کی ترتیب کا گزر ہے نہ عقلی پیمانے پر اسے قیاس کر کے اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے، کیونکہ صفات کی نفی اور مثلی اشیا میں ان کا ثبوت عقلی رائے میں رائے پایا جاتا ہے جیسا کہ کفر اور گمراہی نفوس کی فطرت میں موجود ہیں، جس کی وجوہات یہ ہیں: انہیں مشاہدہ ابصار (یعنی آنکھوں سے دیکھنے) کی توفیق حاصل نہیں۔ افکار کے تخیل میں مشاہدہ ربوبیت کا وجود مفقود ہوتا ہے۔ عرف وعادت اسباب کے ظہور میں جاری ہوتے ہیں۔[35]

قوت القلوب کے اہم موضوعات

1۔زوالِ شمس اور سایہ کی کمی بیشی

دسویں فصل صاحبِ قوت شیخ ابو طالب مکی کے علم ہیئت و توقیت میں کمال پر دلالت کرتی ہے، یہ فصل خالص علمی ابحاث پر 7 صفحات پر مشتمل ہے آپ نے اوقات کی پہچان کے حوالے سے علم توقیت کے جو موتی قرآن وسنت سے نقل فرمائے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ ایک ماہر توقیت داں ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ہیئت داں بھی تھے۔

2۔قرآنِ کریم کے فہم وادراک سے دور کرنے والے امور

16 ویں فصل میں بیان کیا کہ جس شخص میں گیارہ امور میں سے کوئی بات پائی جائے اسے قرآنِ کریم کا وہ فہم وادراک حاصل نہیں ہو سکتا جو اس کی قوتِ مشاہدہ سے حجاب دور کر دے اور ملکوت میں اس کی قدر و منزلت ظاہر کر دے ان کے وہ علوم مردود ہیں جن میں یہ مشغول ہیں، ان کی عقلوں میں جو سما چکا ہے اسے ہی کافی جانتے ہیں اور اپنے علم و عقل کے سبب مزید خرابیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو ایک ماننے والوں کے نزدیک ایسے لوگ علم و عقل کے شرک میں مبتلا ہیں۔ پس یہ اس پوشیدہ شرک ہی کی ایک صورت ہے جو انتہائی آہستگی سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ تاریک رات میں کسی ٹیلے پر چیونٹی چڑھتی ہے۔

3۔قرآنِ کریم کی فصاحت وبلاغت

17 ویں فصل کی ابتدا میں حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی قرآنِ مجید میں مذکور علمِ بلاغت کی روشنی میں ایجاز واختصار وغیرہ کی بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآنِ کریم میں سے چند مثالیں ذکر کی ہیں حالانکہ یہ بہت زیادہ ہیں اور ہم نے ان مثالوں کا تذکرہ کر کے

ایک بہت بڑے علم کے ذخیرے کی جانب رہنمائی کی ہے تاکہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے استدلال کیا جاسکے اور مزید مثالوں تک رسائی کی راہ کھل سکے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جب اہلِ عرب کو انہی کی زبان میں خطاب فرمایا تو ان کی عقلوں اور روزمرہ معمولات کے اعتبار سے انہیں سمجھایا تاکہ وہ کلام ان کے نزدیک حسین ہو اور ان کے سمجھ جانے کی وجہ سے ان پر حجت بھی بن سکے کیونکہ اسنے اپنی حکمت اور لطف و کرم سے انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا جسے وہ جانتے تھے اور اچھا خیال کرتے تھے۔

ان معانی کی بناپر اہلِ عرب کا خاص اور اعلیٰ مقام و مرتبہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے مرتبہ کی بلندی کے مطابق اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انہیں علم و عقل سے نوازا۔ پس جس طرح علم و عقل میں لوگوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں اسی طرح مشاہدات اور فہم و ادراک میں بھی لوگوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ چونکہ، قرآنِ کریم میں عموم، خصوص، محکم، متشابہ، ظاہر اور باطن ہر قسم کے احکام ہیں۔ لہٰذا قرآنِ کریم کا عموم عام مخلوق کے لئے، خصوص خاص افراد کے لئے، ظاہر اہلِ ظاہر کے لئے اور باطن اہلِ باطن کے لئے ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی وسعت والا اور علم والا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم جن ظاہری معانی کے علوم پر مشتمل ہے ان کی کم از کم مقدار کے متعلق مروی ہے کہ وہ چوبیس ہزار آٹھ سو (24800) علوم ہیں کیونکہ قرآنِ کریم کی ہر آیتِ مبارکہ چار علوم پر مشتمل ہے: ظاہر، باطن، حد اور مطلع۔ ایک قول کے مطابق قرآنِ کریم ستتر ہزار دو سو (77,200) علوم پر مشتمل ہے کیونکہ ہر کلمہ ایک علم ہے اور ہر علم ایک وصف ہے، پس ہر کلمہ ایک صفت کا تقاضا کرتا ہے اور ہر صفت کئی افعالِ حسنہ اور ان کے علاوہ دوسرے کئی معانی کی موجب ہے۔

4۔ محاسبہ نفس

تئیسویں فصل میں قرآن و سنت اور اقوال خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روشنی میں نفس کا محاسبہ کرنے اور وقت کی قدر کرنے کا تذکرہ کیا گیا۔ سونے چاندی سے بھی زیادہ قیمتی اقوال بیان کیے گئے بالخصوص خطبہ حجۃ الوداع کے منفرد کلمات کی روشنی میں محاسبہ نفس کو بیان کیا گیا۔ مشتبہ امور میں بلا تحقیق بات کو آگے پھیلانے سے منع کیا گیا پھر مقامات تصوف کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے محاسبہ کے تین مراتب مراقبہ، معرفت اور مقام بُعد کو تفصیل سے بیان کیا۔ شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ کوئی بھی فعل اگرچہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو اس کے لئے تین (سوالات کے) رجسٹر کھولے جائیں گے:[36] پہلے رجسٹر کا سوال ہوگا: کیوں؟ دوسرے کا: کیسے؟ اور تیسرے کا: کس کے لئے؟ کیوں؟ سے مراد ہے کہ یہ کام کیوں کیا؟ یہ محلِ آزمائش و ابتلا ہے۔ چنانچہ حکمِ عبودیت کے باعث بندے سے وصفِ ربوبیت کے متعلق پوچھا جائے گا، یعنی کیا اس کام کا کرنا تیرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے لازم تھا یا تو نے خود اپنی مرضی و خواہش سے یہ کام کیا؟ اگر بندہ پہلے رجسٹر (کے سوال) سے محفوظ رہا یعنی اس طرح جواب دیا کہ اس نے یہ کام ویسے ہی سرانجام دیا جیسا کہ اسے حکم دیا گیا تھا۔ اب اس سے دوسرے رجسٹر کا سوال پوچھا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ عمل کیسے کیا؟ یعنی یہ سوال حصولِ علم کے متعلق ہوگا جو کہ دوسری ابتلا و آزمائش ہوگی، یعنی جیسا تجھ پر اس عمل کا بجالانا لازم تھا تو نے اس پر عمل تو کر لیا اب بتاؤ کہ یہ عمل تم نے کیسے سرانجام دیا؟ کیا علم کے ساتھ یا بغیر علم کے؟ کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کوئی بھی عمل بغیر اس کے صحیح طریقہ کے قبول نہیں کرتا اور

اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے۔ اگر بندہ دوسرے سوال سے بھی بچ گیا تو اب تیسرے رجسٹر کا سوال کھولا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ کام کس کے لئے کیا؟ یہ ایسا مقام ہے جہاں بندے سے پوچھا جائے گا کہ کیا اسنے یہ کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ سرانجام دیا؟ یہ تیسری ابتلا و آزمائش ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے یہی وہ لوگ ہیں جو اس کی مراد ہیں اور جن کے متعلق اس نے ارشاد فرمایا ہے: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ[37]

ترجمہ قرآن: مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

5۔ فرض علوم

شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک رسولِ بے مثال صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔ طلبِ علم فرض ہے سے مراد اسلام کے بنیادی پانچ ارکان کا علم ہے۔ اس اعتبار سے کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا علم مسلمانوں پر فرض نہیں۔ چونکہ ان ارکان پر عمل کرنا علم کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہو سکتا، لہٰذا عمل سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ عمل کے فرض ہونے کی وجہ سے اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے۔ جب مسلمانوں پر ان پانچ ارکان کے علاوہ کوئی عمل فرض نہیں تو اب ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جائے گا، کیونکہ یہ فرض کا فرض ہے۔ پس علم توحید کا شمار بھی فرض علوم میں ہو گا کیونکہ یہ اسلام کی ابتدا ہے یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو صفات اس کی ذات سے متصل ہیں انہیں ثابت کرنا اور جو اس کی ذات سے جدا ہیں ان کی نفی کرنا۔ یہ سب کچھ کلمۂ توحید یعنی (لَآ اِلٰهَ اِلَّا الله) کی گواہی کے علم میں داخل ہے۔ حضور نبیٔ پاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے علمِ توحید سے ابتدا فرمائی اور اسے اسلام کے لئے شرط قرار دیا۔ یہاں یہ اصول کار فرما ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی مراد ہر وہ علم نہیں جس کا اجماعِ امت کی بنا پر معلوم ہونا جائز ہے اور نہ ہی علمِ طب یا علمِ نجوم یا علمِ نحو یا علمِ شعر یا علمِ مغازی مراد ہیں، حالانکہ ان سب کو بھی علوم ہی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی معلوم ہیں اور ان کے جاننے والے انہی علوم کے علما کہلاتے ہیں۔ مگر شریعت نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو ان کے حاصل کرنے کا تقاضا کرتا ہو۔ امت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ سرکار صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی مراد علمِ قضا و علمِ فتویٰ ہے نہ علمِ افتراقِ مذاہب اور اختلافِ آراء۔ حالانکہ انہیں بھی علوم کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے صرف بعض کا حصول فرضِ کفایہ ہے مگر یہ سب فرضِ عین نہیں۔ حدیثِ پاک میں مذکور لفظ ''علم'' ایک عام نام ہے جو تمام علوم پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرنا فرض ہے۔[38] اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''ہر مسلمان پر،[39] اور دوسری حدیثِ پاک میں حکم فرمایا: ''علم حاصل کرو۔'' پس اس حکم کا اطلاق ہر شے پر ہو گا گویا کہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہر اس شے کو علم کا نام دیا جس کا معنی ذہنوں میں محفوظ ہو۔ مگر صحیح یہی ہے کہ فرمانِ مصطفٰے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی ارکان کا علم حاصل کرو کیونکہ ان کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ جس کی دلیل ارکان خمسہ والی روایت ہے۔ معلوم ہوا کہ ارکانِ خمسہ کا علم فرض ہے، اس لحاظ سے کہ ان کا معلوم فرض ہے

6۔ علم الٰہی جامع العلوم ہے

ابو طالب مکی 31 فصل میں ذکر کرتے ہیں کہ علمِ یقین یعنی علم الٰہی میں تمام علوم سے مستغنی ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ یہی حقیقی اور خالص علم ہے۔ دوسرے تمام علوم کا علمِ یقین سے مستغنی ہونا ممکن نہیں کیونکہ بندے کو جس قدر علمِ توحید اور علمِ ایمان میں یقین کی ضرورت وحاجت ہوتی ہے اس قدر علومِ فتاویٰ وغیرہ میں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ یقین کے باعث حاصل ہونے والا غنا تمام علوم سے حاصل ہونے والے استغنا سے بڑھ کر ہے۔ اس علم کی مثالیں سورۂ فاتحہ سے لے کر پورے قرآنِ کریم میں ملتی ہیں۔

چنانچہ نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سورۂ فاتحہ تمام قرآنِ کریم کا بدل بن سکتی ہے مگر سارا قرآنِ کریم اس کا بدل نہیں بن سکتا (1)

پس علمِ الٰہی باقی تمام علوم کے مقابل یہی حیثیت رکھتا ہے، یعنی علمِ الٰہی میں تو تمام علوم کا عوض پایا جاتا ہے مگر باقی تمام علوم میں علمِ الٰہی کا عوض نہیں پایا جاتا۔ اس طرح کہ جو شے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے علم میں ہو وہ باقی تمام اشیاء کا بدل ہو سکتی ہے۔ ہر علم چونکہ اپنے معلوم پر موقوف ہوتا ہے اور علم یقین کا معلوم ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ علم یقین کو باقی علوم پر وہی فضیلت حاصل ہے جو خالق عَزَّ وَجَلَّ کو مخلوق پر حاصل ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ جس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو پہچان لیا اب وہ کس شے سے ناواقف رہ سکتا ہے؟ اور جو ذاتِ خداوندی کو ہی نہ پہچان سکا تو پھر وہ کس شے کو پہچان سکتا ہے۔

7۔ علمِ حدیث اور اصول وسنن کی معرفت

31 فصل میں علم حدیث اور اصول وسنن کے حوالے سے صوفیاء کے لیے کچھ اصول بیان فرمائے حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی سے اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں حضرت سیِّدُنا سری سقطی کی بارگاہ سے جانے کے لئے کھڑا ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: جب مجھ سے جدا ہوتے ہو تو کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟ میں نے عرض کی: حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی کے ساتھ۔ تو فرمانے لگے کہ ''ہاں! اچھا ہے ان سے علم وادب تو سیکھنا مگر علمِ کلام کی تفصیلات اور متکلمین کا رد کرنا مت سیکھنا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس سے اٹھ کر واپس مڑا تو انہیں یہ فرماتے سنا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں حدیث (یعنی سنن) کا ایسا عالم بنائے جو صوفی بھی ہو اور ایسا صوفی نہ بنائے جو حدیث (سنن) سے آگاہ نہ ہو۔[40]

مراد یہ ہے کہ جب تم پہلے علمِ حدیث اور اصول وسنن کی معرفت حاصل کرو گے اور اس کے بعد زاہد وعابد بنو گے تو علمِ تصوف میں ترقی کرو گے اور ایسے صوفی بنو گے جو معرفت بھی جانتا ہو گا لیکن اگر عبادت، تقویٰ اور حال سے آغاز کیا تو ان امور کے باعث علم اور سنن سے غافل ہو جاؤ گے اور اصول وسنن سے جہالت کی بناپر یا تو شطحیات (1) کا شکار ہو جاؤ گے یا پھر کسی مغالطے کا۔ پس علمِ ظاہر اور کتبِ حدیث کی جانب رجوع کرنا ہی تمہاری سب سے بہتر حالت ہے۔ اس لئے کہ یہی اصل ہیں اور عبادت وعلمِ تصوف انہی کی فرع ہیں اور تو ہے کہ اصل سے پہلے فرع سے آغاز کر رہا ہے۔ منقول ہے کہ بے شک لوگ اصول ضائع کر دینے کی وجہ سے وصال سے محروم رہتے ہیں۔[41]

8۔آثار واخبار میں روایت بالمعنیٰ کا التزام

حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی محدث بھی تھے اور آپ کو روایتِ بخاری کی اجازت بھی حاصل تھی چنانچہ آپ قوت القلوب میں درج احادیثِ مبارکہ اور اقوال وآثار کے متعلق 31ویں فصل کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ ''ہم نے اس کتاب میں سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو روایات نقل کی ہیں یا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ،تابعین و تبع تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اقوال ذکر کئے ہیں وہ سب اپنی قوتِ حافظہ سے قلم بند کئے ہیں اور تقریباً تمام آثار واخبار میں روایت بالمعنٰی[42] کا التزام کیا ہے، مگر بعض روایات ایسی بھی ہیں جو ہمارے پاس تھیں یا ان تک ہماری رسائی ممکن تھی تو ہم نے ان میں الفاظ کا بھی خیال رکھا ہے اور جو ہماری پہنچ سے دور تھیں اور ہم انہیں حاصل بھی نہ کر سکے تو ان کی خاطر زیادہ کوشش بھی نہ کی۔ اب ہم اس سلسلے میں اگر حق پر ثابت قدم رہے ہیں تو یہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عطا کردہ بہترین توفیق اور تائید کی بدولت ہے اور اگر اس میں کوئی خطا ہو گئی ہے تو یہ ہماری غلطی ہے جو غفلت کا نتیجہ ہے۔ یا ہم سے کہیں نسیان و عجلت کا مظاہرہ ہوا ہے تو یاد رکھیں کہ نسیان و عجلت کا مظاہرہ ہمیشہ شیطانی عمل دخل سے ہوتا ہے۔

لہٰذا ہم بھی وہی کہیں گے جو حضرت سیّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا یعنی ہمارا قول ان کی رائے کے تابع ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بیان اور ثابت قدمی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا ہے اور عجلت و نسیان شیطان کی پیداوار ہے (43)

نوٹ: اس کے بعد آپ ایسی روایات کو قوت القلوب میں نقل کرنے کی بعض وجوہات ذکر کی ہیں۔ پھر آخر میں اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے یہ جو چند باتیں ذکر کی ہیں یہ معرفتِ حدیث میں اصول کا درجہ رکھتی ہیں[44] اور معرفتِ حدیث ایک ایسا علم ہے جو صرف عارفین ہی جانتے ہیں اور یہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔ مگر سلف صالحین کے بعد اب ایک ایسی قوم پیدا ہو چکی ہے جن کے پاس نہ تو کوئی خاص علم ہے اور نہ ہی ان کی علمی حالت قابل ذکر ہے بلکہ ان کا تو عبادت سے بھی کوئی کام نہیں۔ انہوں نے سلف صالحین کا راستہ چھوڑ کر اپنے نفوس کے بہلاوے کے لئے ایک ایسا علم بنا لیا ہے جس میں نہ صرف خود مصروفِ عمل ہیں بلکہ جو ان کی باتیں سنتا ہے وہ بھی اس علم میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پس یہ لوگ کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں اور انہوں نے اخبار وآثار کے نقل کرنے والوں کے متعلق ان کے معلول ہونے کے بارے میں کلام کرنا شروع کر دیا ہے اور ہر وقت وہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ ناقلینِ احادیث کی لغزشوں کو جان سکیں۔

اس طرح انہوں نے بد مذہبوں کے لئے یہ راستہ فراہم کیا کہ جب وہ روایات میں طعن دیکھیں تو سنن کو ردّ کر دیں اور رائے اور قیاس کو ترجیح دیں اور جب لوگوں کو بالخصوص اس زمانے میں سنت سے ہٹا ہوا پائیں تو اپنے نظر و قیاس پر عمل کرنے پر رشک کریں۔ لہٰذا جان لیجئے کہ وہ تمام احادیثِ مبارکہ جو امورِ آخرت کی ترغیب دلائیں، دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر آمادہ کریں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اعمال واصحاب کے فضائل و مناقب کے بارے میں مروی ہیں، ہر حال میں قبول کی جائیں گی۔ خواہ مقطوع و مرسل ہی ہوں۔ ان سے منہ پھیرا جا

سکتا ہے نہ انہیں ردّ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جن احادیثِ مبارکہ میں قیامت کی ہولناکیوں، اس کے زلزلوں اور دوسری بڑی بڑی مصیبتوں کا ذکر ہے، انہیں عقل کے پیمانے پر تولتے ہوئے ماننے سے انکار نہ کیا جائے گا بلکہ انہیں قبول کیا جائے گا۔ سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا۔[45] کیونکہ علم اسی بات پر دلالت کرتا ہے اور اصول بھی اسی بارے میں مروی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ جسے کتاب وسنت سے کوئی فضیلت معلوم ہو اور وہ اس پر (ثواب کی امید رکھتے ہوئے) عمل کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس پر عمل کا ثواب عطا فرماتا ہے اگرچہ ویسا نہ ہو جیسے کہا گیا تھا[46]

شیخ ابو طالب مکی مزید فرماتے ہیں کہ معرفت حدیث ایک ایسا علم ہے جو صرف عارفین ہی جانتے ہیں اور یہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔ مگر سَلَف صالحین کے بعد اب ایسی قوم پیدا ہو چکی ہے جن کے پاس کوئی خاص علم ہے نہ ان کی علمی حالت قابل ذکر ہے بلکہ ان کا تو عبادَت سے بھی کوئی کام نہیں۔ انہوں نے سَلَف صالحین کا راستہ چھوڑ کر اپنے نُفوس کے بہلاوے کے لیے ایک ایسا علم بنالیا ہے جس میں نہ صِرف خود مصروف عمل ہیں بلکہ جو ان کی باتیں سنتا ہے وہ بھی اس علم میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں اور انہوں نے اَخبار و آثار کے نقل کرنے والوں کے معلول ہونے کے مُتَعَلّق کلام کرنا شروع کر دیا ہے اور اب وہ اس تلاش میں ہیں کہ ناقلینِ احادیث کی لغزشوں کو جان سکیں۔ اس طرح انہوں نے بدمذہبوں کے لیے یہ راستہ فراہم کر دیا ہے کہ جب وہ رِوایات میں طعن دیکھیں تو سُنَن کو ردّ کر دیں اور رائے اور قیاس کو ترجیح دیں۔ نیز جب لوگوں کو بِالخُصُوص اس زمانے میں سنّت سے ہٹا ہوا پائیں تو اپنے نظر و قیاس پر عَمَل کرنے پر رشک کریں۔[47]

9۔ مقاماتِ یقین کے اُصول

شیخ ابُو طالِب مَکّی 32 ویں فصل میں مَقاماتِ یقین کے 9 سنہری اُصول بیان کیے جو اصول تصوف کی جان سمجھے جاتے ہیں جن کے مطابق متقین کے مختلف احوال وارد ہوتے ہیں۔ وہ نو اصول درج ذیل ہیں:

1۔ توبہ 2-صبر 3-شکر-4-رجا 5-خوف 6 زہد 7-توکل 8-رضا 9-محبت

ان تمام اصولوں کو قرآن وسنت اور سلف صالحین کے اقوال سے بیان کیا گیا۔ اور ان کے فرائض، فضائل، اور ان کے اوصاف تفصیل سے ذکر کیے گیے۔

10۔ شہادت رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فرضیت

شیخ ابو طالب مکی 33 ویں فصل میں ارکان اسلام کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے شہادت رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فرضیت کے متعلق قرآنی آیات، آسمانی کتب اور صحف سے نبی آخر الزماں کی نبوت کو بیان کرتے ہیں ساتھ فضائل بھی ذکر کیے ہیں۔ نام محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکات اور میلاد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر خوشی کی برکات کو بیان کرنے کے بعد محبت رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی علامات اور اتباع رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تفصیلا بیان فرمایا۔

صاحبِ قوت القلوب کا اسلوب روایت

شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں ہم جب بھی کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو اس کے متعلق کہتے ہیں: او کما قیل، نحوہ ،شبھه، بمعناھا۔
حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بھی جب کوئی حدیث بیان کرتے تو ایسے ہی کہتے اور حضرت سلیمان تیمی بھی جو حدیثِ پاک بیان کرتے ایسے ہی کہتے۔[48]

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثَوری فرماتے کہ جب تم کسی شخص کو اَلفاظِ حدیث کے مُعاملے میں سختی سے عَمَل کرتے ہوئے پاؤ تو جان لو کہ وہ در حقیقت یہ کہہ رہا ہوتا ہے: مجھے پہچان لو۔[49]

ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن سعید قطان سے کسی حدیثِ پاک کے اَصلی اَلفاظ کے مُتَعَلِّق پوچھا تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: اے فلاں! ہمارے پاس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی کتاب سے بڑھ کر کوئی عظیم شے نہیں مگر اس میں بھی سات قراَتوں کی رُخصَت دی گئی ہے، لہٰذا حدیثِ پاک کے الفاظ میں شدت مت اختیار کر۔[50]

قابلِ حجت حدیثِ مبارکہ کی مختلف صورتیں

1۔ حدیث کے حدیث ہونے کے مُتَعَلِّق اگر صِرف ایک ہی شہادت ملے تو حُسنِ ظَن رکھتے ہوئے اس کا حدیث ہونا مان لیا جائے گا جیسا کہ بالضرورۃ کسی مُعاملے میں ایک ہی شہادت پائی جائے تو اسے ماننا جائز ہے۔ جیسا کہ دائیہ کی وغیرہ کی شہادت ایسا ہی ایک قول حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے۔ بہر حال حدیث جبکہ قرآنِ عظیم یا کسی حدیثِ ثابِت کے مُنافی نہ ہو اگرچہ کتاب و سنّت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے تو بشرطیکہ اس کے معنٰی مخالفِ اجماع نہ ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجِب کرتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔ چنانچہ میں ضعیف رِوایَت کو رائے اور قیاس سے زیادہ ترجیح دیتا ہوں حضرت سَیِّدُنا امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔[51]

2۔ کوئی حدیث ایک دو زمانوں تک مُتَدَاوِل (رائج، عام) تھی یا تیسری صدی میں بھی رِوایَت ہوتی رہی یا کسی ایک ہی زمانے میں بیان ہوئی اور اس دَور کے عُلَمَائے کِرام نے اسے حدیث ماننے سے اِنکار نہ کیا اور وہ اس قدر مشہور ہو گئی کہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے اس پر عَمَل کو ناپسند نہ جانا تو ایسی حدیث بھی قابلِ حُجّت ہوتی ہے اگرچہ اس کی سَنَد میں کلام ہی مروی ہو، ہاں اگر وہ کتاب و سنّت یا اجماعِ اُمّت کے مخالف ہو یا اس رِوایَت کے نقل کرنے والوں کا جھوٹ دو اِماموں کی گواہی سے ثابِت ہو جائے تو ایسی حدیث قابلِ حُجّت نہ رہے گی۔[52]

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا یزید بن ہارون بڑے ذہین تھے اور علمِ حدیث بھی جانتے تھے مگر اس کے باوُجود ایک ایسے شخص کی اَحادیث لکھا کرتے تھے جس کے مُتَعَلِّق جانتے تھے کہ وہ ضعیف ہے۔[53]

3۔۔ حضرت اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل سے عرض کی گئی: آپ کا اُن فوائد متعلق کیا خیال ہے جن میں

منا کیر ہوں؟ کیا ہم ان میں سے اچھی اچھی باتیں لکھ لیا کریں؟اِرشَاد فرمایا: منکر تو ہمیشہ منکر رہتا ہے، پھر عرض کی گئی کہ ضعیف راویوں کے متعلق کیا کہتے ہیں فرمایا کہ کبھی کسی وقت ان کی بھی ضرورت پیش آ جاتی ہے یعنی عجلت و نسیان کا واسطہ وسبب شیطان ہے اور دوسرا یہ کہ بندے پر اس وقت توفیق کی کمی ہوتی ہے۔(مزید فرماتے ہیں کہ) میں نے جہاں کثیر روایات میں الفاظ کا اہتمام نہیں کیا تو وہیں تمام روایات میں مفہوم و معنی سے بھی روگردانی نہیں کی کیونکہ میرے نزدیک الفاظ کا اہتمام لازم و ضروری نہیں بشر طیکہ جب آپ روایت بالمعنی کریں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ کلام میں ہونے والی تبدیلی اور مختلف معانی و مفاہیم کے فرق کو بخوبی جانتے ہوں اور تحریف یا لفظی ہیر پھیر سے بھی اجتناب کریں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے بھی روایت بالمعنی میں رخصت دی ہے۔[54] ان میں امیر المومنین حضرت سیّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیّدُنا ابن عباس، حضرت سیّدُنا انس بن مالک، حضرت سیّدُنا واثلہ بن اسقع اور حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی شامل ہیں۔اور تابعین کی بھی ایک کثیر تعداد روایت بالمعنی کی قائل تھی۔ جن میں امام الائمہ حضرت سیّدُنا حسن بصری، امام شعبی، عمرو بن دینار، ابراہیم نخعی، مجاہد و عکرمہ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی جیسے جلیل القدر بزرگ ہیں۔ہم نے ان کی کتابوں سے یہ اخبار و آثار الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کئے ہیں۔چنانچہ حضرت سیّدُنا امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں ایک ہی حدیث دس راویوں سے سنتا تو سب کے الفاظ مختلف ہوتے مگر مفہوم ایک ہی ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ کی روایت میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اختلاف مروی ہے۔کیونکہ ان میں سے بعض کامل روایات بیان کرتے تو بعض مختصر اور بعض صرف معنی و مفہوم کو ہی کافی جانتے اور بعض دو مترادف لفظوں میں تغیر و تبدل کی وسعت پاتے کہ معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو تو ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دیتے۔مگر ایسا وہ اپنی خواہش سے نہ کرتے اور نہ ہی ان کا جھوٹ باندھنے کا کوئی ارادہ ہوتا بلکہ ان سب کا مقصد تو بیان کرنا اور جو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا اس کا مفہوم بیان کرنا ہوتا۔پس اس لئے احادیث کی روایت میں انہوں نے وسعت سے کام لیا اور وہ کہا کرتے کہ جھوٹ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔(مزید کچھ آگے فرماتے ہیں کہ) ہم نے اپنی اس کتاب میں بعض مرسل[55] اور مقطوع[56] روایات بھی ذکر کی ہیں اور بعض ایسی روایات بھی ہیں جن کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔مگر یاد رکھیں کہ ایک مقطوع و مرسل روایت سند کے بعض رایوں کے لحاظ سے صحیح بھی ہوسکتی ہے بشر طیکہ وہ راوی ائمہ حدیث ہوں۔

نتائج:

- ابو طالب مکی تصوف کے ساتھ ساتھ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، وراثت، علم توقیت، علم ہیئت، وغیرہ پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔
- اپنے نقطہ نظر کو سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات سے استدلال پیش کرتے ہیں۔

- آیات کے بعد احادیث مبارکہ سے ثبوت پیش کرتے ہیں۔
- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔
- سلف صالحین کے اقوال پیش کرتے ہیں۔
- بعض فصول میں انتہائی دقیق اور علمی ابحاث زیر بحث لاتے ہیں۔
- اصول حدیث کی بنیادی اور ضروری اصطلاحات ذکر کی ہیں۔
- علوم باطن کو علوم ظاہر پر فوقیت دی ہے۔
- تصوف کی جان مقامات یقین کے نو اصول کو بہت مدلل اور تفصیل سے بیان کیا۔
- قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو دقیق علمی ابحاث سے بیان کیا۔
- عقائد باطلہ کا مدلل رد پیش کیا۔
- اپنے زمانے میں پیش آنے والی بدعات کا رد کیا۔
- قصہ گو ہی حضرات کی شدید مذمت بیان کرتے ہیں

مصادر و مراجع:

[1] شیخ ابو طالب، مکی, قوت القلوب، متوفی 386ھ، ڈاکٹر محمود ابراہیم محمد الرضوانی، مکتبہ دار التراث، القاہرہ، (2001)، ص:6

[2] ایضا، ص:7

[3] ایضا، ص:8

[4] ایضا، ص:8

[5] ایضا، ص10

[6] شیخ ابو طالب، مکی، قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، الفصل السابع عشر، ج1، ص:104

[7] ایضا، ص:18، 176، 157

[8] الیافعی، امام ابو محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی، متوفی 768ھ، مراۃ الجنان و عبرۃ الیقظان، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ ج2، ص:323

[9] الزرکلی خیر الدین، اعلام، متوفی 1396ھ، دار العلم للملایین بیروت 2005ء ج6، ص:274

[10] ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد ابو بکر بن خلکان، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، دار الکتب العلمیہ 1419ھ، ج4، ص:121

[11] امام احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، ج5، ص479

[12] امام ابوالفرج، عبدالرحمن بن علی، ابن جوزی، متوفی 597ھ، المنتظم، ۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ ج14، ص:385

[13] امام احمد رضاخان، فتاویٰ رضویہ، رضافائونڈیشن لاہور، ج5، ص445

[14] شیخ ابو طالب، مکی، قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، فصل الحادی والعشرون، مطبوعہ دار صادر مصرج1، ص:178

[15] احمد رضاخان، فتاویٰ رضویہ، 10، ص:690

[16] مصطفیٰ بن عبداللہ رومی حنفی، کشف الظنون، متوفی 1067ھ، دارالفکر بیروت 1419ھ، ج2، ص1361

[17] شیخ ابو طالب، مکی، قوت القلوب، متوفی 386ھ، ڈاکٹر محمود ابراہیم محمد الرضوانی، ص:14

[18] ایضا، ص:14

[19] ایضا، ص:385

[20] سورہ البینۃ:8

[21] ابوعبداللہ محمد بن محمد ابن الحاج المالکی، المدخل، متوگی 737ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1514ھ، ج1ص:333

[22] ابوطالب، مکی، قوت القلوب، ج1ص:478

[23] ابوطالب، مکی، قوت القلوب، مکتبہ المدینہ کراچی، ج1ص:63

[24] ایضا، ص:20

[25] ایضا، ص:19

[26] www.al-mostafa.com

[27] قوت القلوب کی 31ویں فصل کے آخری حصہ کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ صاحب قوت نے جو بنیادی اصول بیان کیے ہیں ان کی بناپر اسے کسی بھی اصول حدیث کی کتاب کا بدل قرار دیا جاسکتا ہے

[28] شیخ ابو طالب، مکی، قوت القلوب، متوفی 386ھ، مکتبہ المدینہ کراچی، ستمبر 2019، ص:57

[29] سورہ الانفال:2

[30] سورہ الانفال:4

[31] سورہ الاحقاف:29

[32] سورہ، توبہ:124

[33] سورہ مومنون:14

34ابو طالب، مکی، قوت القلوب، مکتبہ المدینہ کراچی، ستمبر 2019، ج 3 ص: 278

35ایضا 307

36شیخ ابو طالب، مکی، قوت القلوب، ج 1 ص: 396

37سورہ الحجر: 40

38امام محمد بن یزید، القزوینی، سنن ابن ماجہ، متوفی 273ھ، دار المعرفہ البیروت، کتاب السنہ، باب فضل العلماء، حدیث: 224

39حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، متوفی 463ھ، المتبہ الشاملہ، باب طلب العم فریضۃ، الحدیث: 15، ص 16

40حافظ ابو القاسم، علی بن حسن ابن عساکر، متوفی 571ھ، دار الفکر بیروت 1416ھ تاریخ دمشق لابنِ عساکر، الرقم 4803 علی بن ابرھیم، ج 41 ص 252

41امام عبد القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی 465ھ الرسالۃ القشیریۃ، دار الکتب العلمیہ، باب الوصیۃ للمرید، ص: 424

42روایت بالمعنٰی سے مراد یہ ہے کہ کسی حدیث یا روایت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ اس کا معنی و مفہوم تبدیل نہ ہو۔

43احمد بن علی، موصلی، مسند ابی یعلی، متوفی 307ھ دار الکتب العلمیہ 1418ھ، ج 3، ص: 443، حدیث: 4240

44شیخ ابو طالب، مکی، قوت القلوب، الفصل احدی و ثلاثون، ج ا، ص: 488

45ایضا، ص: 488

46امام جلال الدین عبد الرحمن، سیوطی، متوفی 911ھ جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم،، دار الکتب العلمیہ 1421ھ، الحدیث: 21590، ج 7، ص: 124

47قوت القلوب، الفصل احدی و ثلاثون، ج ا، ص: 480

48ایضا، ص: 484

49ایضا، ص: 484

50ایضا، ص: 484

51ایضا، ص: 484

52ایضا، ص: 485

53ایضا، ص: 487

54شیخ ابو طالب، مکی، قوت القلوب، الفصل احدی و ثلاثون ج ا، ص 485

55وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد صحابی کا نام حذف کر کے اسے براہِ راست سرکار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کیا جائے۔

[56] وہ حدیث جس کی سند میں سے کوئی بھی راوی ساقط ہو جائے عموماً اس کا اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔ مثال: رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعاً: اِنْ وَلَّيْتُمُوْهَا اَبَا بَكْرٍ فَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۔اس حدیث کی سند سے ایک راوی ساقط ہے جس کا نام شریک ہے یہ راوی ثوری اور ابو اسحاق کے درمیان سے ساقط ہے کیونکہ ثوری نے یہ حدیث ابو اسحاق سے نہیں سنی بلکہ شریک سے سنی ہے اور شریک نے ابو اسحاق سے۔(نصاب اصول حدیث، ص:62)

REFERENCES:

1. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," d. 386 AH, Dr. Mahmoud Ibrahim Muhammad al-Radwani, Maktaba Dar al-Turath, Cairo, 2001, P:6.
2. Ibid., P:7.
3. Ibid., P:8.
4. Ibid., P:8.
5. Ibid., P:10.
6. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub fi Mu'amalat al-Mahboob," Chapter 17, Vol. 1, P:104.
7. Ibid., pP:157, 176, 18.
8. Al-Yafi'i, Imam Abu Muhammad Abdullah bin As'ad bin Ali, d. 768 AH, "Mirat al-Jinan wa Ibrat al-Yaqzan," Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut 1417 AH, Vol. 2, P:323.
9. Al-Zarkali Khair al-Din, "Al-A'lam," d. 1396 AH, Dar al-Ilm lil-Malayin, Beirut, 2005, Vol. 6, P:274.
10. Abu al-Abbas Shams al-Din Ahmad bin Muhammad Abu Bakr bin Khallikan, d. 681 AH, "Wafayat al-A'yan," Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1419 AH, Vol. 4, P:121.
11. Imam Ahmad Raza Khan, "Fatawa Razawiyyah," Vol. 5, P:479.
12. Imam Abu al-Faraj Abd al-Rahman bin Ali Ibn al-Jawzi, d. 597 AH, "Al-Muntazam," Vol. 5, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut 1415 AH, Vol. 14, P:385.
13. Imam Ahmad Raza Khan, "Fatawa Razawiyyah," Raza Foundation, Lahore, Vol. 5, P:445.
14. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub fi Mu'amalat al-Mahboob," Chapter 21, published by Dar Sader, Egypt, Vol. 1, P:178.
15. Ahmad Raza Khan, "Fatawa Razawiyyah," Vol. 10, P:690.
16. Mustafa bin Abdullah Rumi Hanafi, "Kashf al-Zunun," d. 1067 AH, Dar al-Fikr, Beirut 1419 AH, Vol. 2, P:1361.
17. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," d. 386 AH, Dr. Mahmoud Ibrahim Muhammad al-Radwani, P:14.
18. Ibid., P:14.
19. Ibid., P:385.
20. Surah Al-Bayyinah: 8.
21. Abu Abdullah Muhammad bin Muhammad Ibn al-Hajj al-Maliki, "Al-Madkhal," d. 737 AH, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1514 AH, Vol. 1, P:333.
22. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," Vol. 1, P:478.
23. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," Maktaba al-Madina, Karachi, Vol. 1, P:63.
24. Ibid., P:20.
25. Ibid., P:19.
26. www.al-mostafa.com.
27. By studying the last part of Chapter 31 of "Qut al Qulub," it can be clearly seen that the fundamental principles stated by the author are such that they could be considered a substitute for any book on the principles of Hadith.
28. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," d. 386 AH, Maktaba al-Madina, Karachi, September 2019, P:57.
29. Surah Al-Anfal: 2.

30. Surah Al-Anfal: 4.
31. Surah Al-Ahqaf: 29.
32. Surah At-Tawbah: 124.
33. Surah Al-Mu'minun: 14.
34. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," Maktaba al-Madina, Karachi, September 2019, Vol. 3, P:278.
35. Ibid., P:307.
36. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," Vol. 1, P:396.
37. Surah Al-Hijr: 40.
38. Imam Muhammad bin Yazid al-Qazwini, "Sunan Ibn Majah," d. 273 AH, Dar al-Ma'rifah, Beirut, Book of Sunnah, Chapter on the Virtues of Scholars, Hadith: 224.
39. Hafiz Abu Umar Yusuf bin Abdullah bin Abdul Barr, "Jami' Bayan al-Ilm wa Fadlih," d. 463 AH, Maktaba al-Shamila, Chapter on Seeking Knowledge is Obligatory, Hadith: 15, P:16.
40. Hafiz Abu al-Qasim Ali bin Hassan Ibn Asakir, d. 571 AH, Dar al-Fikr, Beirut 1416 AH, "Tarikh Dimashq li Ibn Asakir," Hadith No. 4803, Ali bin Ibrahim, Vol. 41, P:252.
41. Imam Abdul Qasim Abdul Karim bin Hawazin al-Qushayri, d. 465 AH, "Al-Risalah al-Qushayriyyah," Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Chapter on Advice to the Seeker, P:424.
42. Riwayah bil-Ma'na means narrating a Hadith or a report in one's own words such that the meaning and concept do not change.
43. Ahmad bin Ali al-Musli, "Musnad Abi Ya'la," d. 307 AH, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1418 AH, Vol. 3, P:443, Hadith: 4240.
44. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," Chapter 31, Vol. 1, P:488.
45. Ibid., P:488.
46. Imam Jalal al-Din Abd al-Rahman al-Suyuti, d. 911 AH, "Jami' al-Jawami'," Section of Sayings, Letter M, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1421 AH, Hadith: 21590, Vol. 7, P:124.
47. "Qut al Qulub," Chapter 31, Vol. 1, P:480.
48. Ibid., P:484.
49. Ibid., P:484.
50. Ibid., P:484.
51. Ibid., P:484.
52. Ibid., P:485.
53. Ibid., P:487.
54. Shaykh Abu Talib al-Makki, "Qut al Qulub," Chapter 31, Vol. 1, P:485.
55. A Hadith in which the name of a Companion is omitted after the Tabi'i in the chain and is directly narrated from the Prophet Muhammad (PBUH).
56. A Hadith in which any narrator is missing from the chain, generally applied to a Hadith where a person lower than a Tabi'i narrates from a Companion. Example: Rawaa Abdul-Razzaq an al-Thawri an Abi Ishaq an Zayd bin Yuthay' an Hudhayfah Marfoo'an: "If you appoint Abu Bakr, he is strong and trustworthy." In this chain, one narrator is missing, whose name is Sharik. This narrator is omitted between Thawri and Abu Ishaq because Thawri did not hear this Hadith from Abu Ishaq but from Sharik, and Sharik heard it from Abu Ishaq. (Nisab Usul al-Hadith, P:62).